مولانا محمد جعفر پھلواردی

جہاد اور قتال

ہر سعیٔ بلیغ اور ہر انتھک محنت جہاد ہے۔ اگر یہ حق کی راہ میں ہو تو جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اگر باطل کی حمایت میں ہو تو جہاد فی سبیل الطاغوت ہے۔ یہی لغوی معنیٰ ہیں اور یہی قرآنی اصطلاح بھی ہے۔ قرآن نے اس کی دو قسمیں بتائی ہیں اور وہ دونوں کو ایک ساتھ ہی بیان کرتا ہے۔ ایک ہے جہاد بالمال اور دوسرے جہاد بالنفس۔ یعنی مال سے بھی جہاد کرنا اور جان سے بھی جہاد کرنا۔ یہ دونوں ہی قسم کے جہاد ہر مسلمان پر یکساں فرض ہیں۔ اور جاھدوا فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم کا حکم ہر اس فرد مسلم کے لیے ہے جو "مکلف" کی تعریف میں آتا ہے۔ یہ خیال کرنا درست نہیں کہ اہل مال صرف مال دے کر اپنی جان چھڑا لیں اور جان کی بازی لگانے والے اپنی تجوریوں کو مقفل رکھیں۔ جہاد جس پر بھی فرض ہے وہ دونوں قسم کا مجموعی جہاد ہے۔ یا یوں کہیے کہ فرض مطلق جہاد ہے خواہ مالی ہو یا جانی۔ مطلب صرف یہ ہے کہ جہاں مالی جہاد کا موقع ہو وہاں مالی جہاد کرو اور جہاں جانی جہاد کی ضرورت ہو وہاں جانی جہاد سے کام لو۔ ایک مسلمان کی یہی زندگی ہے جو قبولِ اسلام کے دن سے لے کر آخری سانس تک قائم رہتی ہے۔ مختصر یہ کہ ہر مسلمان کو ہر آن سر بکف بھی رہنا چاہیے اور زر بکف بھی۔

جہاد کا مطلب جان دے دینا نہیں بلکہ جان کو جوکھوں میں ڈالنا، جان توڑ کوشش کرنا ہے۔ اگر اس مسلسل جانکاہ کوشش میں جان چلی جائے تو یہ جہاد کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مالی جہاد میں کتنا ہی مال کام آجائے وہ پھر واپس آسکتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ بھی مل سکتا ہے۔ مگر جان جانے کے بعد جان واپس نہیں آسکتی گویا جان آخری قربانی ہے جس کے بعد قربانیوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ جان جانے کی بھی کئی شکلیں ہیں۔ ایک شکل تو یہ ہے کہ کوشش کرتا ہوا اپنی طبعی موت سے مر جائے۔ اور دوسری شکل

یہ ہے کہ محاذ جنگ پر دشمن کے ہتھیار کا نشانہ بنے اور موت آجائے۔ پہلی شکل بھی مبارک موت ہے لیکن وہ موت تو ایسی ہے جو ہر انسان پر لازماً کبھی نہ کبھی آکر رہتی ہے اور اس سے مفر نہیں۔ ہاں دوسری شکل ایسی ہے جو سب سے بہتر موت ہے اور یہ وہ اعلیٰ ترین مقام شہادت ہے جس پر انبیا کو بھی رشک آتا ہے۔ (الغبطہ الانبیاء)

مجاہد کی زندگی جب محاذ جنگ پر پہنچ جائے تو اسے قتال فی سبیل اللہ کہتے ہیں اور جب قتال کا موقع آجائے تو اس وقت قتال سے بہتر کوئی دوسری عبادت نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات دوسری عبادتیں اس عبادت پر قربان کردی جاتی ہیں۔ عام زندگی میں نماز سے زیادہ ضروری کوئی عبادت نہیں حتیٰ کہ یہ میدان جنگ میں بھی ادا کی جاتی ہے لیکن بعض موقعے ایسے بھی آسکتے ہیں جب جنگ روزے، نماز سے زیادہ ضروری ہو جائے۔ چنانچہ غزوۂ خندق (احزاب) میں حضورؐ اور صحابہ کی چار وقت کی نمازیں مسلسل قضا ہوگئیں جو بعد میں ایک اذان اور چار اقامتوں سے ادا کی گئیں۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر خطرۂ جنگ کے پیش نظر مرّ الظہران پہنچ کر حضورؐ نے سب کے روزے تڑوا دیے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ روزے، نماز کی قضا ہوسکتی ہے۔ قتال کی کوئی قضا نہیں۔

ایک ضروری بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ فوجی تربیت ہر مکلّف مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت — اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز روزہ وغیرہ، جو لفظ روزے کی فرضیت کے لیے قرآن میں آیا ہے وہی لفظ قتال کے لیے بھی آیا ہے۔ روزے کا حکم یوں ہے: کتب علیکم الصیام۔ تم پر روزے فرض کردیے گئے۔ یہی لفظ جنگ کے لیے بھی آیا ہے: کتب علیکم القتال۔ تم پر قتال فرض کردیا گیا۔ پس جس طرح روزے کے حکم میں زن و مرد کا کوئی امتیاز نہیں، اسی طرح قتال کے حکم میں عورت و مرد کی کوئی تفریق نہیں۔ بلکہ روزہ تو مسافر پر ضروری نہیں لیکن قتال مسافرت میں بھی معاف نہیں بلکہ قتال کے لیے مسافرت ہی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ قرآنی ارشاد کے مطابق جس طرح نمازیوں کی صف بندی اللہ کو محبوب ہے، اسی طرح مجاہدوں کی صف بندی بھی اسے مرغوب ہے:

انّ اللہ یحب الذین یقاتلون   اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ

فی سبیلہ صفا کا نھم بنیان مرصوص۔	میں اس طرح صف بستہ ہو جاتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔

بلکہ حضورؐ نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے :

ان مقام احدکم فی سبیل اللہ ساعۃ افضل من صلاتہ فی بیتہ سبعین عامًا۔	گھر میں ستر سال نماز ادا کرنے سے راہِ خدا میں ایک ساعت قائم رہنا افضل ہے۔

جنگ و قتال ایک ایسا سلسلہ ہے جس کی بہت سی کڑیاں ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ دشمن پر وار کرتے ہیں۔ کاری ضربیں لگاتے ہیں۔ زور توڑتے ہیں۔ موت کا مزہ چکھاتے ہیں۔ زندہ گرفتار کرتے ہیں۔ اسلحہ اور دوسرے سامانوں پر قبضہ کرتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دشمن کی خبریں لاتے ہیں۔ مجاہدین کے حوصلے بلند کرتے ہیں۔ ان کی ضروریات مثلاً اسلحہ، کھانا، پینا لباس، دوا، مرہم پٹی کا سامان، تفریحی سامان، تحائف وغیرہ پہنچاتے ہیں اور ان کے گھروں اور بال بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ شہیدوں کو دفن کرتے ہیں۔ زخمیوں کو شفاخانے تک لاتے ہیں۔ ان کو تسکین دیتے ہیں۔ ہمت بندھاتے ہیں، جنگ کے نقشے تیار کرتے ہیں۔ غرض مجاہدینِ جنگ کی ہر ممکن امداد کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی مجاہد ہی ہیں جو اگرچہ خود تلوار نہیں چلا رہے ہوتے لیکن تلوار چلانے والے مجاہدوں کے دست و بازو بن جاتے ہیں اور انھیں جنگ جاری رکھنے کے قابل بناتے رکھتے ہیں۔ وہ لوگ بھی مجاہد ہیں جو برّی اور بحری سرحدوں پر پہرہ دیتے ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے :

من حرس لیلۃ علی ساحل البحر کان افضل من عبادتہ باھلہ الف سنۃ	جو ایک رات سمندر کے کنارے پہرہ دے تو یہ بال بچوں میں رہ کر ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔

نیز ارشاد ہوا :

عینان لا تمسھما النار۔ عین بکت من خشیۃ وعین باتت تحرس فی سبیل اللہ۔	دو قسم کی آنکھ کو آتشِ دوزخ نہیں چھو سکے گی۔ ایک وہ آنکھ جو خشیتِ الٰہی سے روئی ہو، اور دوسری وہ آنکھ جس نے فی سبیل اللہ

پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔

ایک نیا نکتہ بھی سُن لیجیے جو کسی تفسیر میں اس لیے نہیں مل سکتا کہ یہ مسئلہ ان مفسرین کے دور میں تھا ہی نہیں۔ آج زخمی مجاہدین کی جان بچانے کے لیے خون کے عطیے دیے جاتے ہیں۔ یہ بھی بلاشبہ جہاد بالنفس ہے۔ "نفس" عربی میں خون کو بھی کہتے ہیں، کیونکہ جان نام ہی ہے دورانِ خون کا، اور خون کا دوران ختم ہو جانے ہی کا نام ہے موت۔ حماسہ کا ایک مصرعہ ہے: تسیل علی حدّ الظُّباۃ نفوسنا

"تلوار کی دھار پر ہمارے خون بہتے ہیں۔"

یہاں "نفس" کا ترجمہ خون ہے اور اسی معنوی رعایت کی وجہ سے زچہ کو نفساء اور اس کے سیلانِ خون کو نفاس کہتے ہیں۔ غرض نفس کے معنی خون ہونے میں شبہ نہیں اس لیے اس بات میں بھی شبہ نہیں کہ اپنا خون دینا بھی جہاد بالنفس ہے۔ فرق یہ ہے کہ نبرد آزما سپاہی اپنا خون دے کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور یہ اپنے خون کا عطیہ دے کر مجاہد کی جان بچا لیتا ہے۔ مجاہد اپنے لہو سے قوم کو زندہ کرتا ہے اور یہ اپنے لہو سے مجاہد کو زندگی بخشتا ہے۔ پس عطیہ خون کے جہاد بالنفس ہونے میں شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

نبرد آزما سپاہی وہ غازی ہے جس کی ہر مدد عین جہاد ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے:

من جھز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا۔ ومن خلف غازیا فی اھلہ بخیر فقد غزا۔	جو کسی غازی کا سامانِ جنگ مہیا کرے وہ بھی غازی ہے اور جو کسی غازی کے بال بچوں کی عمدگی سے رکھوالی کرے وہ بھی غازی ہے۔

بلکہ یہاں تک ارشاد ہوا کہ:

للغازی اجرہ وللجاعل اجرہ و اجر الغازی۔	غازی کے لیے تو ایک ہی اجر ہے لیکن اسے تیار کرنے والے کے لیے تیاری اور غازی دونوں کا اجر ہے۔

ایک موقع پر حضورؐ سے پوچھا گیا کہ کون سا کارِ خیر سب سے بہتر ہے۔ فرمایا:

اخدام عبد فی سبیل اللہ او	ایک خدمت گزار راہِ خدا میں دے دینا، یا

اظلال فسطاط او طروقة فحل فی سبیل اللہ۔	سائے دار خیمہ کھڑا کرنا یا سانڈ کے ذریعے فی سبیل اللہ نسل کشی کرنا۔

مختصر یہ کہ قتال فی سبیل اللہ کی شرکت جس جس طریقے سے بھی ہو، وہ جہاد ہے۔ دل اور دماغ سے سوچنا اور اچھی رائے دینا۔ قلم سے رجز لکھنا اور خوش آوازی سے اسے ادا کر کے حوصلے بڑھانا۔ یہ سب کچھ عین جہاد ہے۔ اسی کو حضورؐ نے فرمایا ہے کہ:

جاهدوا المشركين باموالكم وانفسكم والسنتكم۔	مشرکین کے ساتھ اپنے مال، جان اور زبان سب کے ذریعے جہاد کرو۔

اپنی اپنی جو صلاحیتیں پیش کرتا ہے وہ اس لحاظ سے مجاہد ہوتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے کام کا اجر بارگاہِ ایزدی میں لکھ لیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ آیت بڑی قابلِ غور ہے:-

..... ذلك بانهم لا يصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فى سبيل الله ولا يطؤن موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا الا كتب لهم به عمل صالح ط ان الله لا يضيع اجر المحسنين ۙ ولا ينفقون نفقة صغيرة ولا كبيرة ولا يقطعون واديا الا كتب لهم ليجزيهم الله احسن ما كانوا يعملون ۔	جہاد سے پیچھے نہ رہنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ان کو راہِ مولا میں پیاس، تھکن اور بھوک کی جو تکلیف ہوگی، کفار کو غیظ میں لانے کے لیے جس خطۂ ارض کو روندیں گے اور جس دشمن سے ان کی مڈبھیڑ ہوگی، ہر ایک چیز کے عوض ان کے نامۂ اعمال میں عملِ صالح لکھا جائے گا۔ اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا اور وہ جو چھوٹا یا بڑا مالی ایثار کریں گے اور کسی وادی سے گزر جائیں گے اس کے عوض بھی یہ عمل صالح لکھا جائے گا تاکہ اللہ ان کے عمل کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

اس آیت کے مضمون سے یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ راہِ حق میں جو بھی چھوٹا یا بڑا قدم اٹھایا جائے گا وہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہوگا۔ البتہ ان کے درجات متفاوت ہوتے ہیں جن کا دارومدار کچھ نیت و اخلاص پر ہے۔ کچھ نوعیتِ کار پر ہے، اور کچھ باموقعگی سے ہے۔ ایک معمولی سا کام موقع پر بے حد قیمتی ہوتا ہے اور بہت بڑا کام بے محل ہونے کے باعث اپنی قیمت گھٹا دیتا ہے کس

قسم کے مجاہد کا کیا درجہ ہے اس کا صحیح فیصلہ اللہ ہی کر سکتا ہے۔ قرآن نے بعض باتیں یوں بیان فرمائی ہیں:

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ	اہلِ ایمان میں بے ضرر گھر بیٹھے رہنے والے
الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ	اور راہِ خدا میں مال وجان سے جہاد کرنے والے برابر
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ	نہیں ہو سکتے۔ مال وجان سے جہاد کرنے والوں کو اللہ
فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ	نے بیٹھے رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے
اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا	نیکی کا وعدہ تو اللہ نے سب ہی سے کیا ہے۔ مگر مجاہدین
وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ	کو اللہ نے بیٹھے رہنے والوں پر بڑے اجر کی فضیلت
الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۙ	دی۔ اللہ کی طرف سے ان کے درجے اور مغفرت اور
دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ	رحمت ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے۔
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۠	

ان آیات کی رُو سے وہ مجاہدین غیر معمولی درجات کے مستحق ہیں جو زر بکف بھی ہیں، اور سر بکف بھی۔ رہے وہ مجاہدین جو محاذ جنگ پر کسی بدنی اور مالی مجبوری سے نہ جا سکے ہوں، اور نہ مال خرچ کر سکے ہوں، وہ اگر دوسری بے شمار خدمات انجام دے رہے ہوں تو حُسنیٰ کا وعدۂ الٰہی ان کے لیے بھی ہے اگرچہ ان کا درجہ کم ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور حقیقت بھی ناقابلِ فراموش ہے۔ اوپر ہم نے واضح کیا ہے کہ کتب علیکم القتال کے حکم میں تمام زن و مرد داخل ہیں۔ لیکن یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ہر جنگ میں ایک طبقہ غازیوں اور مقاتلوں کا ہوتا ہے اور دوسرا طبقہ وہ ہوتا ہے جو ان نبرد آزما سورماؤں کو ہر طرح کی امداد مہیا کر کے پہنچاتا ہے۔ (جیسا کہ ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں) اور اس کا شمار بھی مجاہدین ہی میں ہوتا ہے۔ ان دونوں طبقوں میں مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی۔ یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ غازیوں میں صرف مرد اور قاعدین میں صرف عورتیں ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قاعدین میں زن و مرد دونوں ہوتے ہیں۔ اسی طرح میدانِ غزا میں بھی دونوں ہوتے ہیں۔ ہماری تاریخ بہادر عورتوں کے جنگی کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مجاہد صحابیات زیادہ تر میدانِ جنگ میں وہ کام کرتی

رہی ہیں جنھیں وہ مردوں کی بہ نسبت زیادہ عمدگی سے انجام دے سکتی تھیں۔ ان کے ذمے پانی پلانا، کھانا پکانا، زخمیوں کو میدان سے اٹھا کر کیمپوں میں لانا، ان کی مرہم پٹی کرنا، مجاہدوں کو غیرت دلا کر ان کے حوصلے بلند کرنا اور اسی قسم کے دوسرے کام تھے اور وہ غنیمت میں حصہ بھی پاتی تھیں، لیکن جب تلوار اٹھانے کی نوبت آئی تو عورتوں نے اس سے بھی دریغ نہ کیا۔

غزوۂ احد میں جب حضورؐ پر یورش ہوئی تو ام عمارہؓ (نسیبہ بنت کعب انصاری) تلوار سونت کر اس طرح دشمنوں پر جھپٹتی ہیں کہ ان کی بہادری اور پھرتی کی حضورؐ نے ان الفاظ میں شہادت دی کہ میری جس طرف نظر اٹھتی تھی اسی طرف یہ تلوار چلاتی دکھائی دیتی تھی۔ صفیہ بنت عبدالمطلب نے غزوۂ خندق کے موقعے پر خیمے کی ایک چوب مار کر اس یہودی کو ہلاک کر دیا جو خفیہ معلومات حاصل کرنے کے لیے عورتوں کے خیمے کی طرف آیا تھا۔ خولہ بنت ازور نے صحرائے شام میں ایک چھوٹے سے لشکر کو لے کر پوری رومی فوج پر حملہ کیا اور اپنے بھائی ضرار بن ازور کو قید سے چھڑا لائیں۔ ابوجہل کی مومنہ بہو ام حکیم نے غزوۂ یرموک میں خیمے کی چوب سے سات رومیوں کو قتل کیا۔

ان نظائر سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کتب علیکم القتال کے حکم کو عورتیں بھی اپنے لیے ویسا ہی سمجھتی تھیں، جس طرح مرد سمجھتے تھے۔ اور آج تو جنگ کی تکنیک اتنی بدل چکی ہے کہ جنگی کارروائیوں میں عورت اور مرد کا فاصلہ بہت کم رہ گیا ہے۔ جو لوگ ویت کانگ کی جنگ کا مطالعہ کر چکے ہیں وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ موجودہ زمانہ کی جنگ میں عورتیں بھی کس قدر اہم حصہ لے سکتی ہیں۔

اسلام کا معاشی نظریہ

(مولانا محمد مظہر الدین صدیقی)

عہدِ جدید کے معاشی مسائل پر اسلام کے ان بنیادی اور دائمی اصولوں کا اطلاق جن پر عہدِ رسالت کے تفصیلی اور فروعی احکام مبنی تھے۔

(قیمت : ۱/۷۵)

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور